افکارِ تنویرؔ

عبدالحمید تنویرؔ

ژُلفی میموریل پبلی کیشن ہاؤس، کرگل

کتاب کا نام	:	افکارِ تنویر (شعری مجموعہ)
شاعر	:	عبدالحمید تنویر
سنہ اشاعت	:	۲۰۱۴ء
تعداد	:	۴۰۰
قیمت	:	۳۵۰/روپے
ڈی ٹی پی آپریٹر	:	جے. آر. بھارتی
ٹائٹل	:	اُردو بک سرورق، دہلی
طباعت	:	رہبر آفسیٹ پرنٹرس، دہلی
پبلشر	:	ژلفی میموریل پبلی کیشن ہاؤس، کرگل

" AFKAR-E-TANVEER "
(POETIC COLLECTION)
AUTHOR
ABDUL HAMEED TANVEER
2014
PRICE : RS.350/-
TYPESETTING AND LAYOUT
CRESCENT HOUSE PUBLICATIONS
267-JOGI GATE, JAMMU-180001.
JAMMU & KASHMIR STATE, INDIA.
MB: 09419134617, 08803747617

تقسیم کار

ژلفی میموریل پبلی کیشن ہاؤس، کرگل

کریسنٹ ہاؤس پبلی کیشنز، جموں

اَفکارِ تنویرؔ

عزیز فرزند

خالد مبشّر شہید عُرف زُلفیؔ

کے نام

معنون کرتا ہُوں۔

عبدالحمید تنویرؔ

میں جب کرتا ہوں اُس خالق کو سجدہ
تصوّر میں مِرے آتا ہے زُلفی

فہارس

صفحہ نمبر		عنوان/مصرع مُقدم	
۱۱	چھوانگ نمگیل	شاعر کا مختصر تعارف	۱.
۱۳	الحاج محمد باقر باقرؔ	تقریظ	۲.
۱۸	عبدالغنی شیخ	عبدالحمید تنویرؔ	۳.
۲۲	عبدالحمید تنویرؔ	قارئین سے گزارش	۴.
۲۵		حمد باری تعالیٰ	۵.
۲۷		نعت رسول مقبولؐ	۶.
۲۹		نعت شریف	۷.
۳۰		نعت شریف	۸.
۳۲		حضرت امام حسینؓ کے تئیں نذرانۂ عقیدت	۹.
۳۴		منقبت حضرت امام حسینؓ	۱۰.
۳۷		حرم شریف	۱۱.
۳۹		امام خمینیؒ کے تئیں نذرانۂ عقیدت	۱۲.
۴۱		مدینہ منوّرہ	۱۳.
۴۲		رمضان المبارک	۱۴.

عُنوان/مصرع مُقدم	صفحہ نمبر

عنوان/مصرع مُقدم		صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوان/مصرع مقدم	
۱۱۷	دیکھتے جاؤ	۵۵.
۱۱۸	مامتا	۵۶.
۱۲۵	رُباعیات	۵۷.

شاعر کا مختصر تعارف

خواجہ عبدالحمید تنویرؔ صاحب کرگل کے ایک سر کردہ وانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ خواجہ محمد اِسماعیل کے چھوٹے صاحب زادے ہیں۔ اُن کا سنہ ولادت ۱۹۳۸ء ہے۔ دو سال کی عمر میں اُن کے والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور اُن کی پرورش اُن کے بڑے بھائیوں خواجہ غلام حسین اور خواجہ غلام رسول نے کی۔

خواجہ عبدالحمید تنویرؔ صاحب نے اپنی اِبتدائی تعلیم گورنمنٹ مڈل سکول کرگل میں پائی۔ یہی سکول بعد میں اَپ گریڈ ہو کر ہائی سکول بنا اور اِسی ہائی سکول سے ۱۹۵۴ء میں تنویر صاحب نے میٹرک کا اِمتحان پاس کیا۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد سری نگر میں سری پرتاپ کالج میں داخلہ لیا اور وہاں سے ۱۹۶۲ء میں بی.اے. کی ڈگری حاصل کی۔ گریجویشن کرنے کے بعد بی.ایڈ. کا اِمتحان بھی پاس کر لیا۔ اُس وقت گریجویٹ نوجوانوں کو اچھے افسروں کی پوسٹ پر تعینات کیا جاتا تھا مگر اُنھوں نے بحیثیت مدرّس قوم کی خدمت کرنے کو ترجیح دی اور ۱۹۶۴ء میں ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کرگل کے ساتھ منسلک ہو گئے اور قابل اُستادوں میں شمار ہونے لگے۔

خواجہ عبدالحمید تنویرؔ صاحب کو بچپن سے ہی شعر و شاعری کا شوق تھا۔ اُنھوں نے لاتعداد اشعار کہے ہیں مگر نامساعد حالات کی بناء پر خصوصاً کرگل جنگ کی وجہ سے اُن کے بہت سے اشعار تلف ہو چکے ہیں۔ آج اُن کے ذہن میں جتنے بھی اشعار مختلف موضوعات پر محفوظ تھے، اُنھوں نے اُن اشعار کو ترتیب دے کر ایک کتابی شکل دی ہے۔ اُمید ہے کہ اُن کے یہ قیمتی اشعار بنی نوع اِنسان کے لئے ایک مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔

خواجہ عبدالحمید تنویرؔ صاحب اُردو، انگریزی، بلتی اور کشمیری زبانوں پر دسترس رکھتے ہیں اور چاروں زبانوں میں اشعار، مقالے اور مضامین لکھ کر اُنھوں نے ادب کی کافی خدمات انجام دی ہیں۔ ریڈیو کشمیر لیہہ اور کرگل کے علاوہ کلچر اکاڈمی لیہہ اور کرگل کو اپنا بھرپور تعاون دے کر وہ اپنے فن کا مظاہرہ کرتے آئے ہیں۔ ادبی خدمات کے سلسلے میں اُن کو ۱۹۹۷ء میں گولڈن جوبلی کے موقع پر اعزازی ٹرافی بھی ملی ہے۔

۱۹۹۵ء میں وہ اِکتیس سال تک ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی خدمت کرنے کے بعد ملازمت سے سبکدوش ہوئے اور اِس وقت اپنے آبائی گھر کرگل میں قیام پذیر ہیں اور مزید ادبی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اُن کی عمر دراز ہو تاکہ ادب کی مزید خدمت کرسکیں۔

چھوانگ نمگیل یار کیم واکھاہ

کونسلر، لداخ اٹانومس ہل ڈیولپمنٹ کونسل لداخ کرگل

تقریظ

الحاج عبدالحمید المعروف تنویرؔ کرگلی لنکور کرگل کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن سے میری رسمی مُلاقاتیں طالب علمی کے زمانے سے ہی ہوتی رہیں، جب راقم الحروف ہائی سکول کرگل میں زیر تعلیم تھا اور اپنے کلاس فیلو ڈاکٹر محمد امین کے ساتھ کبھی کبھار لنکور کی پہاڑی سرکرتا تھا۔ تاہم ۱۹۶۸ء میرے لئے ایک بابرکت سال ثابت ہوا جب ٹیچر ٹریننگ سکول کرگل میں مجھے اُن کا شرفِ شاگردی نصیب ہوا۔ ٹریننگ کے دوران میں نے اُن سے بہت اِستفادہ کیا۔ باکمال اُستاد نے میری زِندگی پر بہت گہرا اثر ڈالا۔

آپ نے اپنے زمانے کے اعتبار سے اعلیٰ تعلیم پائی۔ آپ صرف ایک مستند اُستاد ہی نہیں بلکہ زیادہ دیر تک تحصیل ایجوکیشن آفیسر بھی رہے۔ اُس دوران ٹیچروں نے آپ کی افسری سے بھرپور فائدے اُٹھائے۔ اُن سے بڑھ کر آپ اُردو، فارسی، کشمیری اور پُرکی زبانوں کے شاعر بھی ہیں۔ لگ بھگ ہر صنفِ سخن میں غیر معمولی صلاحیت اور ذہانت کی بناء پر بہت جلد آپ نے نام پیدا کرلیا اور کرگل کے سب سے ممتاز شاعر تسلیم کیئے جانے لگے۔ آپ کے پہلو میں ایک سچے شاعر کا دِل دھڑکتا ہے۔ آپ مزاجاً قصیدے کے شاعر ہیں اور قصیدے میں شاعر کو اِنتہائی ذہنی قوت صرف کر کے ممدوح کی شخصیت کا نچوڑ پیش کرنا ہوتا ہے۔ تاہم آپ کی غزلیں بھی لب ولہجہ کے بانکپن اور

زبان وبیان کی دِلآویزی کی بناء پر الگ پہچانی جاتی ہیں۔

"رضاً بِرِ ضائِك" صابرین کا شیوہ ہے۔ اِس کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے شہید فرزندِ ارجمند کو اِس طرح یاد کرتے ہیں ۔

میں جب کرتا ہوں اُس خالق کو سجدہ
تصوّر میں مرے آتا ہے ذُلفی

ملّتِ کشمیر کی آزادی کے علمبردار شیرِ کشمیر شیخ محمد عبداللہ کے بے پناہ عزم، ہمت اور رہبریت کو سراہتے ہوئے یوں ثناخواں ہیں ۔

حریّت کا دے دیا تُو نے سبق کشمیر کو
کس قدر ڈالا بدل کشمیر کی تصویر کو

پارہ پارہ کر کے تُو نے ظلم کی زنجیر کو
کر دیا بیدار اپنی قوم کی تقدیر کو

عزم سے ہی کر دیا تاراج شخصی راج کو
ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تُو نے ہی شاہی تاج کو

کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

معرفت سونے کی ہوتی ہے فقط سُنار کو

حضرت امام خمینیؒ کی عالمگیر شخصیت اور لاثانی رہبریت سے متاثر ہو کر تنویرؔ یوں رطب اللسان ہیں ۔

کہاں میں اور کہاں عزمِ خمینیؒ کی ثناخوانی
میں ہوں لاچار مجھ میں ہے سخن کی تنگ دامانی

خمینیؒ کی شجاعت، عزم و ہمت کا تو کیا کہنا
ہے اُس کا نام لافانی ہے اُس کا کام لاثانی

خمینیؒ سے لیا ہم نے درسِ اُلفت و اُخوت کا
بقولِ شاعرِ مشرق یہی ہے رمزِ مسلمانی

شہیدِ کربلا امام عالی مقام حضرت حسینؓ کے تئیں خراجِ عقیدت پیش کرنے کا انداز بھی نرالا ہے ۔

اُس شیر کی جرأت سے ہے رن کا عجب عالم
گھٹتا ہے جہاں خون تو بڑھتا ہے وہاں دم

وہ یاں بھی بری ہے جو وہاں بھی بری ہے
یہ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ہے

ایک جگہ وہ لکھتے ہیں ۔

حقیقت ایک شے ہے جو حقیقت میں نہیں کُھلتی
تو پھر ایسی حقیقت سے تو افسانہ ہی اچھا ہے

اِس ضمن میں شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ کے ایک شعر کا مصرعہ اس طرح سے ہے:

ع ۔ کبھی اے حقیقتِ منتظر، نظر آ لباسِ مجاز میں

دراصل محبوبِ حقیقی کی حقیقت کو سمجھنا جوئے شیر کا لانا ہے۔ اہلِ نظر حقیقت تک رسائی کے لئے انتھک تگ و دو کرتے رہتے ہیں اور حتی المقدور قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ جب صبر آزما منازل طے کرنے کے باوجود منزلِ مقصود پر نہیں پہنچ پاتے تو حقیقت کو کم از کم

لباسِ مجاز میں دیکھنے کی تمنا کرتے ہیں اور کوئی بقول غالبؔ —— ''دِل کو بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے'' افسانے کا سہارا لے کر دِل و جان کی بے قراری کو کم کرنا چاہتا ہے۔

تنویرؔ صاحب اپنی روزمرہ زندگی میں بہت ہشاش بشاش رہتے ہیں۔ عام طور پر پُرکیوں کے ساتھ پُرکی میں اور کشمیریوں کے ساتھ کشمیری میں گفتگو کرتے ہیں۔ تاہم ادبی اور علمی گفتگو میں اُردو کا اِستعمال کرتے ہیں۔ آپ کو تاریخِ پوریک، تاریخِ کشمیر اور تاریخِ ہند پر بدرجۂ اُتم عبور حاصل ہے۔ آپ آکاش وانی کرگل سے گاہے ماہے پُریک کی تاریخ پیش کرتے ہیں جس کو سُننے کے لئے لوگ بیتاب رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں برٹش ہسٹری پر بھی پوری دسترس ہے۔

۱۹۹۷ء میں ہند کشمیر الحاق کی گولڈن جوبلی (جشنِ زریں) میں شرکت کرنے کے لئے آپ کو دہلی بُلایا گیا اور ڈاکٹر کرن سنگھ کے ہاتھ سے ٹرافی (Trophy) دی گئی۔ علاوہ برآں متعدد ثقافتی تنظیموں سے مومینٹو (Momento) بھی ملے ہیں۔

تنویرؔ صاحب حلقۂ ادب کرگل کی رُوحِ رواں ہیں۔ ریاستی کلچرل اکاڈمی کرگل اور آکاش وانی کرگل کے اسٹوڈیو میں وقتاً فوقتاً مشاعرے منعقد ہوتے رہتے ہیں اور اُن مشاعروں میں بحیثیت بزرگ ترین اور قابل ترین شاعر کے آپ کو ہی مسندِ صدارت پر بٹھایا جاتا ہے اور اِس نوع کے پروگراموں میں آپ کی موجودگی سے محفل کی رونق کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ میں نے کسی بھی حلقۂ مباحثہ (Seminar) یا محفلِ مشاعرہ میں آپ کو بیاض کا سہارا لے کر پڑھتے نہیں دیکھا۔ اگر میں کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کا حافظہ مشہور صوفی شاعر حافظؔ شیرازی کی طرح ہے۔ آپ کبھی نہیں رُکتے بلکہ دریا کی روانی کی طرح سخن طرازی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سامعین آپ کے اشعار سُننے کے لئے بے قرار رہتے ہیں اور جب سُنتے ہیں تو جھوم جُھوم کر داد دیتے ہیں۔

اِن الفاظ کے ساتھ میں اِس تقریظ کو مختصر کرتے ہوئے اپنے اُستادِ محترم کو دِل کی عمیق گہرائیوں سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں کہ آپ نے اپنے مجموعۂ کلام کو منظر عام پر لاکر اُردو ادب کے ذخیرے میں قابلِ قدر اضافہ کیا ہے۔ مجھے اُمید ہے یہ مجموعۂ کلام شائقینِ علم وادب کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگا اور اپنے کلام میں اُنھوں نے جن عظیم ہستیوں کی ثنا خوانی کی ہے اُس کا صلہ دونوں جہاں میں ملے گا۔

الحاج محمد باقر باقرؔ

سابق کونسلر حلقۂ پشکم

لداخ اٹانومس ہِل ڈویلپمنٹ کونسل کرگل

عبدالحمید تنویرؔ

عبدالحمید تنویرؔ ایک اچھے شاعر ہیں۔ وہ اُردو میں طبع آزمائی کرتے ہیں اور کرگل سے تعلق رکھتے ہیں۔ تنویرؔ سخن ور ہی نہیں سخن فہم اور سخن شناس بھی ہیں۔ چنانچہ اُردو کے اچھے اچھے اشعار برجستہ سُناتے ہیں۔

لداخ جیسے خِطّہ میں اِس پایہ کے شاعر اور ادب نواز اِنسان نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ اِس ضمن میں کاچو سکندر خان کے بعد تنویرؔ کا نام لیا جا سکتا ہے۔

عبدالحمید تنویرؔ اُن شعرائیں ہیں جو اپنا کلام چھپوانے کے لئے نہیں بلکہ ہمیں دِلی اور رُوحانی تسکین فراہم کرنے کے لئے لکھتے ہیں۔ اُنھوں نے تنویرؔ تخلص رکھا ہے۔ وہ برسوں سے شاعری کر رہے ہیں تاہم اُنھوں نے اپنا کلام کسی مجموعہ یا کسی جریدے میں نہیں چھپوایا ہے اور اپنی شعر گوئی اپنے قصبے میں متوّر ہونے والے شاعروں تک محدود رکھی، جہاں وہ اپنی خوش بیانی سے سامعین سے خوب داد لیتے ہیں۔

تنویرؔ صاحب کا انداز بڑا دِلنشین ہے۔ وہ تحت اللفظ اور ترنّم دونوں میں اپنا کلام سُناتے ہیں۔ مجھے حال ہی میں اُن کی زبانی اُن کے کلام کو سُننے کا موقع ملا۔ وہ ریاست کی مختلف زبانوں کے ادیبوں کے کیمپ میں حصّہ لینے کے لئے لیہہ آئے تھے اور کرگل سے اُردو زبان کی نمائندگی کر رہے تھے۔

عبدالحمید تنویرؔ مثالی اور روایتی شاعر کی طرح بڑے حسّاس ہیں۔ ایک اہم واقعہ، ایک اہم یادگار اور ایک اہم شخصیت سے متاثر ہو کر وہ اپنے تاثرات کو نظم کا جامہ پہناتے ہیں۔ چنانچہ موصوف کی چھوٹی سی بیاض میں آپ کو شخصیتوں، یادگاروں اور

واقعات پر نظمیں ملیں گی۔ ایسی ہی شخصیتوں میں ایک ٹھٹھا خان ہیں، جو ماضی میں کرگل کا ایک فرمان روا معمار اور طلسمی شخصیت رہا ہے۔

لیہہ کے پرانے تاریخی سنگے محل نے کاچو سکندر خان کی طرح عبدالحمید تنویرؔ کو بھی مغموم کیا ہے، جو زبانِ حال سے آج بھی ماضی کی داستانیں سُنا رہا ہے۔ جب اُنھوں نے اِس محل پر لکھا تب اِس کی حالت بڑی ہی خستہ تھی۔ دو اطراف سے یہ منہدم ہوا تھا۔ اب محکمہ آرکیالوجیکل سروے آف اِنڈیا نے بطور خاص ایک قومی یادگار اِس کی مرمت کی ہے۔

اپنے عزیز فرزند زُلفی کی شہادت پر عبدالحمید تنویرؔ نے ایک دردناک نظم لکھی ہے۔ اِسے سُن کر مجھے مرزا غالبؔ کا مرثیہ یاد آیا جو اُنھوں نے اپنے بھانجے مرزا عارفؔ کی موت پر لکھا تھا۔ زُلفی سرینگر کے ایک کالج میں پڑھتا تھا۔ ملی ٹینسی کے دوران بے گناہ مارا گیا۔ تنویرؔ نے جب یہ نظم رائٹرز کیمپ کی ایک بیٹھک میں سُنائی تو مجلس میں موجود بہتوں کی آنکھیں نم ہوئیں۔ اہلِ دل شاعر شاہد دیلنویؔ اپنی آبدیدہ آنکھوں کو پونچھنے لگے۔ نظم کے چند بند ملاحظہ ہوں:

مجھے جس وقت یاد آتا ہے زُلفی
تخیّل بن کے چھا جاتا ہے زُلفی

کبھی آنکھوں میں چھا جاتا ہے زُلفی
کبھی دِل میں سما جاتا ہے زُلفی

میں جب کرتا ہوں اُس خالق کو سجدہ
تصوّر میں مِرے آتا ہے زُلفی

فسانہ زِندگانی کا سُنا کر
حقیقت مجھ کو سمجھاتا ہے زُلفی

سمجھ سکتے نہیں جو فلسفی بھی
وہی گُر مجھ کو بتلاتا ہے زُلفی

اندھیرے اور بھیانک شامِ غم میں
پیامِ صبح لے آتا ہے زُلفی

عبدالحمید تنوؔیر نے ''حرم شریف'' کے عنوان سے ایک نظم لکھی ہے جو اُن کی زیارتِ بیت اللہ کی دین ہے۔ اِس نظم کا مقطع بڑا پُر معنی اور قابلِ غور ہے۔ نظم کے چند اشعار پیش ہیں:

سنبھل کے تُو ذرا نادان چلنا
نظر کے سامنے تیری حرم ہے

بُلایا ہے میرے آقا نے مجھ کو
کرم اِس سے بھی بڑھ کر کیا کرم ہے

اور مقطع ملاحظہ ہو:

رمی کرتے ہوئے شیطان بولے
کہ کیا تنوؔیر بھی کچھ مجھ سے کم ہے

تنوؔیر نے کئی بھڑکتے ہوئے اشعار کہے ہیں۔ ایک غزل کے چند اشعار

میں کیسے تجھ کو سمجھاؤں کہ میخانہ ہی اچھا ہے
تیری چھلکی ہوئی آنکھوں کا پیمانہ ہی اچھا ہے

حقیقت ایک شے ہے جو حقیقت میں نہیں کُھلتی
تو پھر ایسی حقیقت سے تو افسانہ ہی اچھا ہے

چمن میں گُل کے مُرجھانے پہ بُلبُل کل غزل خواں تھی
کہ ایسے گلستانوں سے تو ویرانہ ہی اچھا ہے

عمر ڈھلنے کے ساتھ ساتھ عبدالحمید تنویرؔ کی بصیرت میں بھی پختگی آئی ہے۔ وہ اپنی یادداشت کے سہارے ادب، لداخ کی تاریخ اور ثقافت پر بلا تکان بصیرت افروز خیالات کا اِظہار کرتے ہیں۔

عبدالغنی شیخ

لیہہ (لداخ)

۲۵ رنومبر ۲۰۰۹ء

قارئین سے گزارش

شاعری ایک ایسا فن ہے جو سیکھنے سے سیکھی نہیں جا سکتی ہے بلکہ یہ ایک خداداد عطیہ ہے جو کسی خاص دوستِ خدا کو عطا ہوتی ہے۔ اِس ضمن میں مجھ جیسا ناچیز مجرا ہی نہیں ہے۔ خیر طبع آزمائی اور تُک بندی مَیں بھی کرتا رہتا ہوں۔ مجھے شاعری کا بچپن ہی سے شوق تھا۔ سو اِس لئے اپنے عمِ محترم خواجہ غلام محمد مرحوم کے کتب خانے میں مختلف کتابوں سے اشعار پڑھتا رہتا تھا۔ بعد میں اِسی مطالعے نے میرے شوق کو اُبھارا۔ میرے شوق و ذوق کو دیکھ کر میرے عمِ محترم نے میرے لئے رسالہ ''رتن'' منگوایا' جو اُن دِنوں لاہور سے نکلتا تھا۔ جوں ہی میری عمر بڑھتی گئی میں نے اِس میدان میں قدم رکھنا شروع کیا۔

یہاں پر مجھے اپنے اُستادِ محترم جناب حامدیؔ کاشمیری کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

زباں پر حامدیؔ دردِ جگر کی بات اُٹھتی ہے
زمانہ والوں کو یہ شاعری معلوم ہوتی ہے

....

زمانے کے دُکھ سُکھ' ستم و کرم اور گردشِ ایاّم کے دیگر مصائب و آلام اِنسان کے دِل پر اثر ڈالتے ہیں جس سے وہ اپنے درد والم کو اِس طرح چیخ چیخ کر پیش کرتا ہے کہ سُننے والوں کو شاعری معلوم ہوتی ہے۔ ماں باپ کا سایہ بچپن میں سر سے اُٹھ جانے' جوان بھائیوں کی موت اور نوجوان لختِ جگر زُلفی کی شہادت نے میرے اُوپر ایسا اثر ڈالا کہ میں بھی اپنے دِل کی فریاد کو لوگوں میں چیخ چیخ کر سُنانے لگا۔ یہی بعد میں'

مَیں علمی و ادبی بزموں اور محفلوں میں بھی سُنانے لگا اور یوں میرا درد ایک دیوان کی شکل اِختیار کر گیا۔

دسویں کا امتحان پاس کرنے کے بعد میں نے سرینگر کے ایس. پی کالج میں داخلہ لیا جہاں خوش قسمتی سے مجھے اعلیٰ پایہ کے اساتذہ میسّر ہوئے جن میں جناب پروفیسر حامدؔی کاشمیری' جناب طیّبؔ شاہ صدیقی' جناب پروفیسر محی الدین حاجنؔی اور ڈاکٹر شکیل الرحمانؔ قابلِ ذکر ہیں۔ اُن کی شاگردی میں مَیں نے اعلیٰ فیض حاصل کیا۔ تعلیم سے فارغ ہو کر مَیں نے بحثیت ایک اُستاد کے اپنی زندگی شروع کی۔ وہاں بھی مجھے اعلیٰ پایہ کے رُفقائے کار ملے اور اُن کی صحبت میں بھی مَیں نے فیض حاصل کیا جن میں جناب اِنقلابؔ کاشمیری اور جناب سیفیؔ سوپوری قابلِ ذکر ہیں جنھوں نے میری سخن گوئی میں رہنمائی کی۔

ممکن ہے شروع کے کلام میں آپ کو چند اشعار زیادہ معیاری محسوس نہ ہوں لیکن آگے چل کر انشاء اللہ معیاری اشعار بھی پڑھنے کو ملیں گے۔ چند ناخوشگوار حالات جیسے فرزندِ ارجمند کی شہادت اور کرگل کی جنگ کی وجہ سے اِس کتاب کو چھپوانے میں کافی تاخیر ہوئی لیکن آج بہ فضلِ خداوندِ کریم کتاب ہذا ''افکارِ تنویرؔ'' منظر عام پر آئی ہے۔ میں اِس میں اُن تمام اصحاب' جن کا ذکر اُوپر آچکا ہے' کے حق میں دُعا گو ہوں جنھوں نے رزم گاہِ شاعری میں میری رہنمائی کی۔

میں کاچو سکندرؔ خان صاحب (مرحوم) کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جنھوں نے ہر وقت میری حوصلہ افزائی کی۔ میں جناب عبدالغنی شیخ' جناب حاجی محمد باقرؔ باقر اور چھوانگ نمگیل یارکیم کا بھی از حد شکرگزار اور ممنون ہوں جنھوں نے میری کتاب پر اپنے تاثرات اور میرا سوانحی خاکہ لکھ کر کتاب کو ایک منفرد نوعیت بخشی۔ میں اپنے بھتیجے عزیزم محمد اِقبال اور بھتیجی عزیزی نبلہ بانو کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنھوں نے کتاب کو چھپوانے میں قدمے' قلمے' سخنے اور درمے میری معاونت کی۔ میں اپنے عزیز

لیاقت علی شہریار پشکم کا بھی مشکور ہوں جس نے میرے بکھرے ہوئے نسخوں کو بہترین طریقے سے تحریر کر کے سلیقے سے ترتیب دیا۔ میں غلام علی او ماچیکپہ ساکن پشکم اور ذاکر حسین اَبا ساکن باگرونگ کا بھی شکرگزار ہوں جن کے شوق اور اُمنگوں نے یہ کتاب چھپوانے پر مجھے آمادہ کیا۔ مَیں جناب شفقؔ سوپوری صاحب کا از حد متشکر اور ممنون ہوں جنھوں نے ''افکارِ تنویر'' کے مسوّدے پر بروقت نظرِ ثانی فرما کر اور میری خامیوں کو رفع کر کے اِسے شائع کرنے کے قابل بنایا۔ میں اُن تمام قارئین حضرات کا بھی ممنون ہوں گا جو اِس مجموعے کو پڑھ کر مجھے اپنے زرّیں مشوروں سے نوازیں گے تا کہ آیندہ اڈیشن میں ''افکارِ تنویر'' کو خوب سے خوب تر بنایا جاسکے۔

شکریہ!

عبدالحمید تنویرؔ

خواجہ بستی لنکور، کرگل

۲۳ر مئی ۲۰۱۳ء

حمد باری تعالیٰ

حمد تِری ہے لب پر ہر دم
تجھ سا نہیں ہے کوئی ہم دم
تیرے رحم پہ سارا عالم
تیرے کرم پر جیتے ہیں ہم
لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ

چرچا تیرا جِنّ و بشر میں
جلوہ تیرا کاہ و شجر میں
خوشبو تیری برگ و ثمر میں
نور ہے تیرا شمس و قمر میں
لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ

ناوَ جگت کی تُو ہے کھیتا
مُفت میں روزی سب کو دیتا
جس کو چاہے اُس کو دیتا
جس سے چاہے اُس سے لیتا
لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ

سجدے کے بس تُو ہی لائق
سب کا تُو ربّ سب کا خالق
تُو ہی صداقت تُو ہی ہے حق
تیرا فرماں سب پہ لاحق
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

جل میں بھی تُو تھل میں بھی تُو
پھول میں بھی تُو پھل میں بھی تُو
کٹیا اور محل میں بھی تُو
صحرا اور جنگل میں بھی تُو
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

ہر شئے میں تفسیر ہے تیری
ہر لب پر تکبیر ہے تیری
ہر دِل میں تصویر ہے تیری
ہر گھر میں تنویر ہے تیری
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

نعت رسولِ مقبول ﷺ

تیری تشریف سے پہلے یا مُصطفٰیؐ
گُھپ اندھیرا تھا دُنیا میں چھایا ہُوا
سارا عالَم تھا یونہی بھٹکتا ہُوا
روشنی لے کے آئی تھی تیری ضیا
صلّی اللہ علیہ وسلّم صلّی اللہ علیہ وسلّم

تیری فرقت میں روتے ہیں دِن رات ہم
چشم ہے تر ہماری تو دامن ہے نم
جب میسّر ہمیں آئے تیرا کرم
پھر تو کس بات کا ہم کو سرکارؐ غم
صلّی اللہ علیہ وسلّم صلّی اللہ علیہ وسلّم

ہے یہ حسرت تیرے شہر میں گھوم لوں
کچھ علاجِ غمِ قلبِ مغموم لوں
اور یثرب کی گلیوں میں جھوم لوں
گنبدِ سبز کو چشم سے چوم لوں
صلّی اللہ علیہ وسلّم صلّی اللہ علیہ وسلّم

سُن لے قصّے مرے باورے نین کے
دِل کو لالے پڑے صبر کے چین کے
صدقے میں فاطمہ قرۃ العینؓ کے
دِل سے قربان جائیں تیرے حسنینؓ کے
صلّی اللہ علیہ وسلّم صلّی اللہ علیہ وسلّم

اب خدارا کرم تو ذرا کیجئے
رُخ سے پردہ ذرا تو اُٹھا لیجئے
اور جلوہ ذرا تو دِکھا دیجئے
اپنے تنویرؔ کو بخشوا دیجئے
صلّی اللہ علیہ وسلّم صلّی اللہ علیہ وسلّم

نعت شریف

کروں تیری کیسے ثنا یا محمدؐ
ہر اِک مرض کی تُو دوا یا محمدؐ

حقیقت میں تُو پادشاہ حقیقی
ہر اِک شہہ ہے تیرا گدا یا محمدؐ

کرم کیجئے گا کہ روزِ قیامت
نہیں جز ترے آسرا یا محمدؐ

بہت کھا چکا ہوں مَیں در در کی ٹھوکر
مجھے اپنے در پر بُلا یا محمدؐ

وہیں پر جھکاؤں گا سر کو میں دیکھوں
جہاں بھی ترا نقشِ پا یا محمدؐ

جھکا کر ندامت سے سر اپنا تنویرؔ
ابھی تک ہے در پر کھڑا یا محمدؐ

نعت شریف

محمدؐ ہے خیر الانام اللہ اللہ
رسولوں کا وہ ہے امامؐ اللہ اللہ

وہ طٰہٰ ، مزمل ، وہ نورِ مجسم
اندھیرے میں ماہِ تمام اللہ اللہ

یتیموں غریبوں کا ماوا و ملجی
درؤد اللہ اللہ سلام اللہ اللہ

ہمیشہ رہا ہے ہمیشہ رہے گا
زباں پر محمدؐ کا نام اللہ اللہ

رہے گی منوّر ز نورِ محمدؐ
ہمیشہ ہر اِک صبح و شام اللہ اللہ

خدا نے بھی کی جس کی مہمان نوازی
وہ کیسا ہے عالی مقام اللہ اللہ

فرشتوں نے جس کے قدم کو تھا چوما
وہ کیسا ہے ذی احترام اللہ اللہ

ہوئی مشکلیں میری یکبار آسان
لیا جب محمدؐ کا نام اللہ اللہ

محمدؐ جو آئے تو قرآن آیا
وہ جینے کا اعلیٰ نظام اللہ اللہ

شہنشاہِ کونینؐ لقب جس نے پایا
ہے تنویرؔ اُس کا غلام اللہ اللہ

حضرت امام حسینؓ کے تیئں نذرانۂ عقیدت

ہر بَلا کا اِمتحاں مولا حسینؓ
کامیاب و کامراں مولا حسینؓ

آرزوئے عاشقاں مولا حسینؓ
اِمتحانِ صادقاں مولا حسینؓ

دین کا ہے پاسباں مولا حسینؓ
ہے حیاتِ جاوداں مولا حسینؓ

ہے شہیدوں کا ہجوم اِک خُلد میں
اُس کا میرِ کارواں مولا حسینؓ

آفتابِ حق ہے جس جا ضو فشاں
ہے وہی بس آسماں مولا حسینؓ

منتظر تھے جس سحر کی انبیاء
اُس سحر کی ہے اذاں مولا حسینؓ

جس سے ہے اِسلام کی کھیتی ہری
وہ بہارِ بے خزاں مولا حسینؓ

جو نہ سمجھے فلسفی بھی آج تک
ہے وہ رازِ کُن فکاں مولا حسینؓ

حشر تک جس کی نہ ہوگی اِنتہا
وہ مکمل داستاں مولا حسینؓ

حشر میں تنویرؔ کیوں گھبرائے گا
ہے ہمارا سائباں مولا حسینؓ

منقبت حضرت امام حسینؓ

میدان میں یہ کون حشم کون جری ہے
صورت میں نبیؐ ہے تو شجاعت میں علیؓ ہے

بجلی کی کڑک ہے کہ یہ شمشیر زنی ہے
مرنے کا نہ غم اُس کو نہ جینے کی خوشی ہے

پہچان لیا ہم نے بھئی ابنِ علیؓ ہے
یہ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ہے

دُشمن سے جو لڑتا ہے یہ رَن میں تن تنہا
ایک حشر ہے دُشمن کی صفوں میں ہُوا برپا

ہمسر نہ کوئی اُس کا جہاں میں ہُوا پیدا
جینے کی ہوس اور نہ ہے موت کی پروا

زہراؓ کا یہی لال یہی سبطِ نبیؐ ہے
یہ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ہے

بخشے ہیں خُدا نے اُسے اوصافِ حمیدہ
ہر وصف میں بے مثل ہے ہر رنگ میں یکتا

غیروں کی اُسے فکر ہے خود کی نہیں پروا
پانی دیا ہے دُشمنوں کو خود رہا پیاسا

خیرات رہِ حق میں دی جاں کیسا غنی ہے
یہ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ہے

اُس شیر کی جرأت سے ہے رَن کا عجب عالم
گھٹتا ہے جہاں خون تو بڑھتا ہے وہاں دم

جو یاں بھی بری ہے جو وہاں بھی بری ہے
یہ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ہے

جرأت میں بھی یکتا تو شجاعت میں بھی یکتا
یکتا ہے سخاوت میں، قناعت میں بھی یکتا

نسبت میں، امامت میں مروّت میں بھی یکتا
اللہ رے اندازِ شہادت میں بھی یکتا

دِلبستگی کیا حق سے ہے کیا زِندہ دِلی ہے
یہ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ہے

قربانیء شبیرؓ کا ہم پر بڑا احسان
شبیرؓ نہ ہوتا اگر اِسلام پہ قربان

ہوتا نہ کہیں دین نہ ہوتا کہیں ایمان
دُنیا میں کسی کام کے رہتے نہ مُسلمان

اِسلام کی کھیتی تو اُسی سے ہی ہری ہے
یہ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ہے

عادل ہے سخی ہے غنی ُ کامل ہے ولی ہے
یہ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ابنِ علیؓ ہے

حرم شریف

(۲۰۰۰ء میں مکّہ مکرمہ میں لکھی گئی)

سنبھل کے تُو ذرا نادان چلنا
نظر کے سامنے تیری حرم ہے

سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہے یا رب
میری افسردگی میں کیا بھرم ہے

بُلایا ہے میرے آقا نے مجھ کو
کرم اِس سے بھی بڑھ کر کیا کرم ہے

جُھکاتا ہوں درِ اقدس پہ سر کو
میرے آقا کا در رشکِ ارم ہے

سبھوں کو ڈر ہے رستہ بھولنے کا
مجھے اُن سے بچھڑ جانے کا غم ہے

طوافِ کعبہ تو کرتا ہوں ہر روز
مگر سر پہ گراں بارِ الم ہے

صفا مروہ کی جانب دوڑتا ہوں
نہ جانے کیوں یہ لرزیدہ قدم ہے

رَمی کرتے ہوئے شیطان بولے
کہ کیا تنویرؔ بھی کچھ مجھ سے کم ہے

امام خمینیؒ کے تئیں نذرانۂ عقیدت

کہاں میں اور کہاں عزمِ خمینیؒ کی ثنا خوانی
میں ہوں لاچار مجھ میں ہے سخن کی تنگ دامانی

خمینیؒ کی شجاعت، عزم و ہمت کا تو کیا کہنا
ہے اُس کا نام لافانی ہے اُس کا کام لاثانی

خمینیؒ سے لیا ہم نے درس اُلفت و اُخوت کا
بقولِ شاعرِ مشرق یہی رمز مُسلمانی

مُسلمانو جہاں تک ہو سکے تم متحد ہو جاؤ
وگرنہ کچھ نہ حاصل ہوگا پھر غیرِ پشمانی

اگر ہو اِتفاق و اِتحاد اِس خیر اُمّت میں
تو پھر کس بات کا ڈر اور کس شے کی پریشانی

کوئی دُشمن تُمہارے بال کو بھی چھو نہیں سکتا
اگر ہو عزم شبیریؑ و اگر ہو صدقِ سلمانی

مُسلمان ہو اگر تم تو مُسلمانوں کے کام آؤ
وگرنہ خندہ زن تم پر یہودی اور نصرانی

ابھی بھی وقت ہے تم کو سنبھلنے اور سنورنے کا
ملیں گے ورنہ تم کو ہر قدم پر رشد سلمانی

بُرا سمجھو نہ تم تنویرؔ میں اِک بات کہتا ہوں[1]
تُمہارا قول یزدانی تُمہارا فعل شیطانی

---

[1] یہ پیغام آیۃ اللہ خمینیؒ کا ہے جس کا راقم نے منظوم ترجمہ پیش کیا ہے۔ تنویرؔ

مدینہ منوّرہ

بہارِ نگاراں مدینہ مدینہ
ہے اِک شہرِ خوباں مدینہ مدینہ

ہے فردوس میں جانا جن کو وہ جائیں
مرے دِل کا ارماں مدینہ مدینہ

ہر اِک ذرّے میں اِس کی رخشندگی ہے
درخشاں درخشاں مدینہ مدینہ

ہے تنویرِ رحمت بہر سُو نمایاں
بنا ماہِ تاباں مدینہ مدینہ

فضا میں بھی اِس کی سنجیدگی ہے
ہر ایک سُو ہے شاداں مدینہ مدینہ

ہر اِک رُت میں کھلتے ہیں جنت کے یاں پھول
ہے جشنِ بہاراں مدینہ مدینہ

چلو عاشقو مل کے ہم سب چلیں گے
خراماں خراماں مدینہ مدینہ

رمضان المبارک

یہ رمضان کا مہینہ ہے برکت کا مہینہ
اُخوت کا مہینہ ہے اُلفت کا مہینہ

ہر ایک سُو خُدا کی ہے رحمت برستی
حقیقت میں یہ تو ہے رحمت کا مہینہ

نمازِ تراویح کا ہر سُو ہے چرچا
عبادت کا مہینہ ریاضت کا مہینہ

کِھلاتے ہیں ایک دُوسرے کو ضیافت
کِھلائیں نہ کیوں؟ ہے ضیافت کا مہینہ

خُدا دوست کرتے ہیں لوگوں میں خیرات
یہ مہینہ ہے واقعی سخاوت کا مہینہ

اِسی میں اُترا ہے کلامِ الٰہی
تو بس سمجھو یہ ہے نبوتؐ کا مہینہ

اِسی میں ملی ہم کو لیلۃُ الفضیلت
اِسی واسطے ہے فضیلت کا مہینہ

اِسی میں ہے دِن ہم کو شیرِ خُدا کا
یہی ہے وہ خاتونِ جنتؓ کا مہینہ

عزیزو جھکاؤ جبینِ ندامت
عقیدت کا مہینہ ندامت کا مہینہ

خیال و دماغ و ذہن صاف رکھنا
نفاست کا مہینہ لطافت کا مہینہ

مناظرِ حج

(۲۰۰۰ء میں مکّہ میں لکھی گئی)

ادب سے چلو یہ حرم کی زمیں ہے
زمین اور ایسی کہیں بھی نہیں ہے

ڈکیتی نہ چوری یہاں پر کہیں ہے
ہے گر امن تو بس یہیں ہے یہیں ہے

ہے ابرِ کرم ہر طرف سے ہی چھایا
نمودار ہر سُو ہے رحمت کا سایہ

ہے یاں رات دن امن وراحت کی باتیں
خُدا اور نبیؐ کی ہے سُنّت کی باتیں

محبت کی باتیں مروّت کی باتیں
ہے ایماں کی باتیں اُخوت کی باتیں

دِلوں میں کسی کا نہیں کوئی کینہ
مُروّت سے لبریز ہے سب کا سینہ

خُدایا یہ کیسا عجب کارواں ہے
اِدھر بھی رواں تو اُدھر بھی رواں ہے

ترحم ترحم ہے وردِ زباں بس
یہاں جو بھی دیکھو وہی مدح خواں ہے

کرم مُجھ پہ کر اے مِرے ربّ کامل
مُجھے بھی تُو کر لے ذرا اُن میں شامل

خُدا نے کیا ہے مُجھے اُن میں شامل
مدینہ چلوں گا بصد عزمِ کامل

میری زِندگی کی یہی ہوگی حاصل
یہی میرا رستہ یہی میری منزل

اِسی خاک پر اب جھکاؤں گا سر کو
میں پلکوں سے نظروں سے چوموں گا دَر کو

بیاں کیا کروں اب میں روضے کا منظر
جُھکے ہیں ستارے درِ مصطفیٰؐ پر

یہ لوگوں کا تعشوق اللہ اکبر
ہے چلنا بھی دو بھر تو رُکنا بھی دو بھر

چلیں ہیں ادب سے جُھکا کر نظر کو
سلام ہم بھی کر لیں گے خیر البشرؐ کو

سلام:

یتیموں کے مولیٰ سلامٌ علیکم
ضعیفوں کے ملجا سلامٌ علیکم

سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم
سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم

شہ انبیاءؐ السّلامٌ علیکم
شہ کبریاؐ السّلامٌ علیکم

شفیع الوراؐ السّلامٌ علیکم
حبیب الوراؐ السّلامٌ علیکم

سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم
سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم

روضے پر:

بہت دُور سے میں تو آیا ہوں آقاؐ
ہوں دیدار کا مدتوں سے پیاسا

کرم مجھ پہ کر لے کرم ہو خُدارا
دِکھا روئے انور دِکھا روئے زیبا

ضرورت نہیں ہے مجھے مال و زر کی
عنایت ہو تیری فقط ایک نظر کی

واپسی پر:

اجازت ہو آقاؐ ہمیں اب ہے جانا
مگر پھر بھی ایک بار ہم کو بُلانا

قیامت کے دِن بھی ہمیں بخشوانا
شراباً طہورا ہمیں بھی پلانا

گناہوں سے جاتے ہیں دامن کو دھو کر
تیرے در سے جاتے ہیں ہم سیر ہو کر

شیخ محمد عبداللہ

شیخ عبداللہ مجاہد تو تھا اِک فردِ عظیم
خطّہٴ کشمیر کا سب سے جری مردِ جسیم

عزم میں پتھر سے بڑھ کر موم سے بڑھ کر حلیم
میں سمجھتا ہوں کہ تُو تھا صاحبِ عقلِ سلیم

سر زمینِ ایشیاء کا آہنی اِنسان تھا
عزم کا تُو تھا مجسم پیکرِ ایمان تھا

حریت کا دے دیا تُو نے سبق کشمیر کو
کس قدر ڈالا بدل کشمیر کی تصویر کو

پارہ پارہ کر کے تُو نے ظُلم کی زنجیر کو
کر دیا بیدار اپنی قوم کی تقدیر کو

عزم سے ہی کر دیا تاراج شخصی راج کو
ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تُو نے ہی شاہی تاج کو

مادرِ کشمیر کا تُو ایک دُرّ بے بہا
تیرا چرچا ہر طرف اور تیری شہرت جا بجا

تُو چلا فردوس میں کشمیر کا حافظ خُدا
اب یہی کہتا رہے گا ایک شاعرِ بے نوا

قائدِ مِلّت تجھے تنویرِ مضطر کا سلام
محفلِ علم و سخن کے اِک سخنور کا سلام

جواہر لعل نہرو کی وفات پر

اے جواہر آج تیرے غم میں ہے سارا جہاں
مثلِ بُلبُل تیرے غم میں سب نوا سنج و فغاں

کیا ڈراؤنا سُفتہ دِن ہے کیا بھیانک رات ہے
یہ زمیں حیران ہے رو رہا ہے آسماں

باغ کے طائر بھی تیرے غم میں یوں حیراں ہیں
کیسی آفت ہم پہ گزری کیا بلائے ناگہاں

کوئی کہتا ہے کہ ہم پہ کیا بلا عائد ہوئی
پر کوئی کہتا ہے ہم پہ اِک بڑا ہے اِمتحاں

پرچمِ مِلّت ہُوا ہے تیرے غم میں سرنگوں
ہائے یہ کیسی گھڑی ہائے یہ کیسا سماں

ہند کے اب ذرّے ذرّے میں تو پنہاں ہو گئے
نظریے تیرے ہیں لیکن مثلِ گُل ہر سُو عیاں

میر واعظ مولانا عتیق اللہ کے نام

(یہ نظم مولانا عتیق اللہ کی وفات پر ۱۹۶۲ء میں طالب علمی کے دور میں لکھی گئی)

تُو تھا اِک روشن ستارہ خِطّۂ کشمیر کا
ایک دُرِّ بے بہا تھا خُلد کی تصویر کا

در فضائے خِطّۂ کشمیر مثلِ آفتاب
فیض سے تیرا ہر اِک چھوٹا بڑا تھا فیضیاب

نام مولانا عتیق اللہ اور ''اَتسوپ'' نامور
تھا علومِ ظاہری اور باطنی میں بہرہ ور

درد میں کشمیر کے لوگوں کے تُو تھا ساتھ ساتھ
بے کسوں کے سر پہ رہتا تھا تری شفقت کا ہاتھ

بر سرِ کشمیر رحمت بن کے ہی چھایا تھا تُو
عالموں اور فاضلوں کے سر پہ اِک سایا تھا تُو

تنگ دِل ہو کر کبھی جب تیرے ہاں جاتا تھا میں
سیر ہو کر تیرے گھر سے لوٹ کر آتا تھا میں

تھا منوّر خِطّۂ کشمیر تیرے نُور سے
تجھ سے ملنے آتے تھے سب پاس کے اور دُور سے

شخصیت تیری تھی مولانا بڑی ہی پُر جمال
خوش مزاج و خوش نگار و خوش شکیل و خوش خصال

تیرے دم سے ہی تھا ہر دم دین کا روشن چراغ
پھولتا پھلتا تھا تُجھ سے بیکسوں کے دِل کا باغ

تیری ہی بانگِ درا کا شور تھا ہر سُو بپا
کارواں تُجھ سے رواں تھا نُصرتِ الاسلام کا

وائے حسرت آج یہ کشمیر کا روشن چراغ
گُل ہُوا اور دے گیا کشمیر کو فُرقت کا داغ

منشی غلام حسین

(عُرف راجہ)

کیا نام تجھے میں دُوں کیا کیا تجھے لکھ دُوں
آئینہ سا حیراں ہوں کیا کیا تجھے لکھ دُوں

تُو مردِ بہادر تھا اِک عزم دِلاور تھا
تُو فکرِ سخنور تھا اور فردِ شناور تھا

سینے میں چُھپا کر غم غیروں کو ہنساتے تھے
خود رہتے تھے غمگین پر اوروں کو ہنساتے تھے

زُلفی

(نورِ چشم جو ۱۹۹۰ء کو سرینگر کشمیر میں شہید ہو گیا)

مجھے جس وقت یاد آتا ہے زُلفی
تخیّل بن کے چھا جاتا ہے زُلفی

کبھی آنکھوں میں چھا جاتا ہے زُلفی
کبھی دِل میں سما جاتا ہے زُلفی

میں جب کرتا ہوں اُس خالق کو سجدہ
تصوّر میں مِرے آتا ہے زُلفی

فسانہ زِندگانی کا سُنا کر
حقیقت مجھ کو سمجھاتا ہے زُلفی

سمجھ سکتے نہیں جو فلسفی بھی
وہی گُر مجھ کو بتلاتا ہے زُلفی

مِری اِس آزمائش کی گھڑی میں
اُترنا مُجھ کو سکھلاتا ہے زُلفی

اُتر کر پھر میرے سوزِ دروں میں
مِری آتش کو بھڑکاتا ہے زُلفی

کبھی تو سورۃ ''ص'' اور ''بقرہ''
سُنا کر مُجھ کو بہلاتا ہے زُلفی

اندھیرے اور بھیانک شامِ غم میں
پیامِ صبح لے آتا ہے زُلفی

بُھلاتا لاکھ ہوں اُس کو میں پھر بھی
برابر یاد آ جاتا ہے زُلفی

چلو تنویرؔ لکھ دُوں چند اشعار
سخن گوئی پہ اُکساتا ہے زُلفی

بندگی

زِندگی وابستہ ہے از بندگی
ہیچ ہے جُز بندگی یہ زِندگی

کیا کسی صوفی نے بولا خوب ہے
زِندگی بے بندگی شرمندگی

بندگی کر بندگی میں ڈُوب کر
بندگی سے زِندگی پائندگی

بندگی سے حل ہوئیں سب مُشکلیں
ورنہ ہے یہ زِندگی پیچیدگی

بندگی سے سر ہوا لاہوت بھی جبروت بھی
ورنہ یہ سب دیکھ کر نادیدگی

گر کسی کو حق قربت چاہیے
بندگی کر بندگی کر بندگی

بندگی ہی گر نہ ہو کچھ بھی نہیں
بندگی سے زِندگی سنجیدگی

بندگی نے ہی بنایا تنویرؔ کو تنویرؔ بھی
بندگی رخشندگی تابندگی

پیاسا کوّا

(بچوں کے لیے)

آؤ بچو سنو کہانی
کہتی تھی یہ میری نانی

ایک تھا کوّا پیاسا پیاسا
دے وہ رہا تھا خود کو دِلاسا

پانی کی تلاش میں بھاگے
آگے پیچھے پیچھے آگے

آخر وہ ایک باغ میں پہنچا
باغ میں اُس نے اِک جگ دیکھا

جگ میں دیکھا پانی کم تھا
مُنھ اُس کا وہاں پہنچ نہیں سکتا

سوچتے سوچتے ڈھب سی سوجھی
ڈھب بھی ایک غضب سی سوجھی

چونچ میں اُس نے لایا کنکر
کنکر ڈالا جگ کے اندر

جوں جوں اُس نے ڈالا کنکر
توں توں پانی آیا اُوپر

خوب پیا کوّے نے پانی
ختم ہوئی اِس پر یہ کہانی

دیکھو کوّا کیا سیانا
بچّو تُم بھی ایسا بننا

شیرِ کشمیر کی آمد پر

(۱۹۷۵ء میں شیرِ کشمیر کی رہائی پر لکھی ہوئی نظم)

خوش رہو اہلِ وطن میرِ وطن آنے کو ہے
لے کے اپنے ساتھ وہ مشکِ ختن آنے کو ہے

راونوں سے کہہ دو چپکے چپکے لنکا چھوڑ دیں
کیوں کہ بن سے رام سیتا لکشمن آنے کو ہے

پھر بہاریں آئیں گی اب گلشنِ کشمیر میں
بُلبُلیں گلشن میں صحرا میں ہرن آنے کو ہے

لاش میری مدتوں سے جو پڑی ہے بے کفن
لے کے اُس کے واسطے اب وہ کفن آنے کو ہے

کھول دی نرگس نے آنکھیں بھر دیا لالہ نے مئے
بن کے اِک شہناز لالہ رُخ چمن آنے کو ہے

جھوم لے تنویرؔ تُو بھی اب تو آئی ہے بہار
تیری چڑھتی پھبن میں بانک پن آنے کو ہے

قومی یکجہتی کشمیر میں

ڈھوم سے آئے ہیں ہم یہ دِن منانے کے لئے
دِن منانے کے لئے اُلفت بڑھانے کے لئے

مہربانوں بات میری سُننا پر دِل کھول کر
بات سُن کر پھر پرکھنا اِس کو اے اہلِ نظر

گر اُخوّت ڈھونڈنی ہو ڈھونڈ لو کشمیر میں
یہ متاعِ بے بہا مل جائے گی کشمیر میں

ایک طرف لل عارفہ کے گیت ہم سب نے سُنے
اِک طرف تائید کر لی شیخ نورالدینؒ نے

صبح اُٹھتے ہی سویرے سُوئے پربت جب چلے
دیکھتے ہیں شاد واں سب شاد مل کر گلے

ایک طرف دیکھو نظارہ بھگوتی کی ڈھوم کا
ایک طرف دربارِ عالی حضرت مخدومؒ کا

اے شہنشاہَ بخاراؒ کی مقدس خانقاہ
صف بہ صف عاشق تیرے مشتاق سی سب کی نگاہ

کرتے ہیں اِظہار مُسلم تجھ پہ دِل کے راز کو
اور ہندو بھی جُھکاتے ہیں جبینِ ناز کو

سُن کے تیری منقبت اب سب لگے ہیں جھومنے
شوق سے صد شوق سے تیری جبین کو چُومنے

ہم تیرے ممنونِ احساں شاہ زین العابدینؒ
بھائی چارے کا سبق تُونے دیا ہے بالیقین

ڈالتے ہیں جب تواریخی جھروکوں سے نظر
دیکھتے ہیں شیر اور بکری سبھی اِک گھاٹ پر

دُھوم سے آئی بیساکھی در نشاط و شالیمار
بھائی چارے کی وہاں ہم کو نظر آیا نکھار

ارضِ شالیمار سے ہاں تا مقامِ گُپکار
ہندو و مُسلم اور سِکھ سب ہیں قطار اندر قطار

بھائی چارے کی جھلک ورمن اَونت کے دور میں
دیکھنا ہو دیکھ لو جا کر اونتی پور میں

ہر چمن ہر پھول ہر ذرّے سے آتی ہے صدا
ہم بہارِ ہند کے ہیں ایک چھوٹی سی ادا

گوشہ گوشہ کھل اُٹھا کیوں کر یہ کیا ہے جانِ فضا
ہے یہ بندھن بھائی چارا سے یہی سب کچھ ہُوا

جُھوم کر آیا ہے دیکھو عُرس پاکِ دستگیرؒ
شادماں آئے نظر مرد و زن و طفل و پیر

چھوم دیاں تنویرؔ وسئی سال اندتن بالیار
اَسی ءتی ءگتہ ھولول بھرنے در فضائے خانیار

مُسدّسِ کشمیر

تاجِ گیتی میں لگا لعلِ ختن چمن کشمیر ہے
زاہدوں پرہیز گاروں کا وطن کشمیر ہے

شاعروں کے واسطے بھی فکر وفن کشمیر ہے
دورِ حاضر کے جوانوں کا چلن کشمیر ہے

اور دوشیزہ حسینوں کی پھبن کشمیر ہے
جو نہ مٹ سکتا ہے وہ نقشِ کہن کشمیر ہے

ہے اِسی رُوئے زمین پر گر کوئی خلدِ بریں
خود کہا شاہِ جہاں نے ہے ہمیں است وہمیں

خواب گاہِ شیخ حمزہ یعنی شمس العارفینؒ
ہے اِسی مٹی میں ہی آسودہ وہ زین العابدینؒ

جاں نثارانِ وطن کا بھی وطن کشمیر ہے
جو نہ مٹ سکتا ہے وہ نقشِ کہن کشمیر ہے
جنتِ کشمیر کیسا حُسن تیرا آشکار
تیرے دامن میں رنگا رنگ کہسار گُل عذار

حُسن کو تیرے بڑھاتے ہیں نشاط و شالیمار
جس نے دیکھا ایک بار وہ چاہتا ہے بار بار

جس کو مغلوں نے سنوارا وہ دُلہن کشمیر ہے
جو نہ مٹ سکتا ہے وہ نقشِ کہن کشمیر ہے

تیری دھرتی پر ہمیشہ چاند سورج ضو فگن
جادۂ گُل پر رواں ہے کاروانِ مرد و زن

تیرے فرزندوں میں پوشیدہ نرالا بانک پن
شیخ نور الدینؒ اور لل سے کی دمکتی ہے کرن

جو نظر باپو کو آئی وہ کرن کشمیر ہے
جو نہ مٹ سکتا ہے وہ نقشِ کہن کشمیر ہے

شیر مادر کی طرح سینے پہ تیری جھیل ڈل
ہے جبین پر تیرا جھومر خوبصورت اہربل

جان پڑ مردوں کو دیتا ہے تیرا رس دار پھل
دیدنی ہے لال چوک اور رونقِ میرا کدل
بے وسیلوں بے کسوں کا بھی ختن کشمیر ہے
جو نہ مٹ سکتا ہے وہ نقشِ کہن کشمیر ہے

تُو تصوّر ہے بجا آزاد کا مہجور کا
ارُن دیوی اور حبہ خاتون مثلِ حُور کا

حامدیؔ، راہیؔ و نادمؔ، فاضلؔ و رنجورؔ کا
میرؔ کا تنویرؔ کا منظورؔ کا مخمورؔ کا[1]

اور غنی کشمیر کا بھی کرالپن کشمیر ہے
جو نہ مٹ سکتا ہے وہ نقشِ کہن کشمیر ہے

عشق کے میدان میں لیلیٰ بھی تُو محمل بھی تُو
علم کی شاہ راہ پر راہ رو بھی تُو منزل بھی تُو

عقل کے دریا میں کشتی بھی ہے تُو ساحل بھی تُو
حُسن کی محفل میں خود ساقی بھی تُو محفل بھی تُو

جو نہ کُھل سکتا ہے وہ رازِ کہن کشمیر ہے
جو نہ مٹ سکتا ہے وہ نقشِ کہن کشمیر ہے

---

[1] حبیب اللہ حامدیؔ، عبد الرحمن راہیؔ، دینا ناتھ نادمؔ، غلام احمد فاضلؔ، عبد الستار رنجورؔ، رسول میرؔ، عبد الحمید تنویرؔ، حاجی منظور دلنویؔ، مخمورؔ کشمیری۔

وطن اے مرے مُلک ہندوستاں

کروں جس سے میں تیری خوبی بیاں
میسّر نہیں ہے مجھے وہ زباں

تیرا خِطّہ خِطّہ ہے جنت نشاں
تجھے داد دیتے ہیں سب قدسیاں

ترقی کی جانب تُو پیہم رواں
وطن اے مِرے مُلک ہندوستاں

عجب تیرا کشت و خیابان ہے
محبت یہاں خوب ارزان ہے

عجب ولولہ جوش و میلان ہے
ہر ایک فرد تیرا نگہبان ہے

تیرا پاسباں ہے ہر اِک نوجواں
وطن اے مِرے مُلک ہندوستاں

بہت تُو نے دیکھا ہے زیر و زبر
نہیں تیرا ثانی در ایں بحر و بر

مِلا تیری مٹی کو زر کا اثر
اِسی پر ترا قصّہ ہے مختصر

مسرت ملی ہے جہاں کو یہاں
وطن اے مِرے مُلک ہندوستاں

نہاں تیری مٹی میں اکسیر ہے
تُو باپو کے خوابوں کی تعبیر ہے

جہاں میں عجب تیری تصویر ہے
عجب دِل رُبا تیرا کشمیر ہے

ہر ایک سُو جہاں جھیل چشمے رواں
وطن اے مِرے مُلک ہندوستاں

قصرِ لیہہ

قلعہ لیہہ آج تیری بزم میں آیا ہوں میں
سُن کے تعریفیں تیری نغمہ بہ لب آیا ہوں میں

وادیٔ لیہہ کی جبیں پر اِک حسیں جھومر ہے تُو
خوش قد و قامت میں سمجھو اِک پری پیکر ہے تُو

قصرِ لیہہ ماضی پہ اپنی آج اِتراتا ہے تُو
داستانِ سینگے نمگیل[1] اب بھی دہراتا ہے تُو

تجھ سے ہوتے ہیں عیاں نمگیل کے اسرار بھی
اور نہاں تجھ میں ہے سکلزانگ انگمو[2] کے انوار بھی

مسندِ لداخ پہ سجتا ہے کیا تُو اِک دُلہن
دستِ قدرت نے پہنایا خود ہے پیرہن

۱۔ راجہ سینگے نمگیل جس نے اِس قلعہ کو بنوایا تھا۔
۲۔ سکلزانگ انگمو، راجہ سینگے نمگیل کی رانی تھی۔

چکتن کھر[1]

ایک تماشا ہم نے دیکھا آج عجب سا چکتن کھر کا
نادر و نایاب جہاں میں ایک نمونہ چکتن کھر کا

کون تھے وہ لوگ جنھوں نے اِس فن کی بنیاد رکھی ہے
چپہ چپہ دہراتا ہے قصہ نرالا چکتن کھر کا

ژھرینگ ملک چو جس کا یہ کھر تھا جس نے اِسے بنایا تھا
آج نہ جانے اب وہ کہاں ہے صاحب کھویا چکتن کھر کا

گر جائے گا ہاتھ اُسی کا جس نے گرایا اِس کھر کو
سارا تماشا بن چھوڑا ہے ایک تماشا چکتن کھر کا

ایک عجوبہ ڈب ڈبیر[2] تھا اُستاد[3] ژندن کا شہکار
گھومتا گھامتا چلتا پھرتا کمرہ عجوبہ چکتن کھر کا

---

[1] کھر یعنی لداخی زبان میں قلعہ۔

[2] ڈب ڈبیر یعنی وہ کمرہ جو قلعے کے اُوپر گھومتا تھا۔

[3] ژندن اُس کاریگر کا نام ہے جس نے چکتن کھر کو بنایا تھا۔

نونِ کُن

کرگل کی سب سے اُونچی چوٹی

جس کو دیکھنے کے لئے یورپ اور امریکہ سے لوگ آتے ہیں۔

آسمان بھی رشک کھاتا ہے تیری تقدیر پر
صد فرنگی آ کے مرتے ہیں تیری تصویر پر

کس قدر ہوتا ہے تجھ سے رازِ فطرت آشکار
محوِ حیرت ہوں کہ کیا ہیں یہ تیرا نقش و نگار

تُو تو اِس رازِ حقیقت سے ابھی بیگانہ ہے
جرمنی جاپان اٹلی سب تیرا دیوانہ ہے

درمیانِ رنگدوم[1] و ٹنگول[2] مثلِ پہردار
بادلوں کے بیچ پہرہ دے رہا ہے پُر وقار

سبز مخمل پر تُو گویا ایک دُلہن گُل پری
سرفرازی میں ترِی کوئی کرے کیا ہمسری

نون ہے گُل اِس چمن کا اور کُن ہے مثلِ بُو
ہے بسیرا دونوں کا اِس چمن میں رُوبرو

پرکا چیک[3] سے جب تجھے شاعر نے دیکھا پُروقار
مرحبا صد مرحبا اُس نے کہا بے اِختیار

---

[1] رنگدوم ایک جگہ کا نام ہے۔
[2] ٹنگول بھی ایک مشہور جگہ ہے۔
[3] پرکا چیک بھی اہم جگہوں میں شمار ہے۔

غزل

مجھے جب پوچھتا ہے کوئی قصّہ قیس ولیلیٰ کا
تو دہرانے کو زیرِ لب تیرا افسانہ آتا ہے

ادا عاشق کے مرنے کی میں اُس دم سیکھ لیتا ہوں
کہ جل مرنے کو نزدِ شمع جب پروانہ آتا ہے

عجب طرزِ تکلّف تیری محفل کا ہے اے ساقی
کہ خم آنے سے پہلے تو یہاں پیمانہ آتا ہے

خُدا جانے کہ کیا تعبیر ہو گی اِس نظارے کی
نظر جب بھی جھکاتا ہوں نظر بُت خانہ آتا ہے

غزل

میں کیسے تجھ کو سمجھاؤں کہ میخانہ ہی اچھا ہے
تیری چھلکی ہوئی آنکھوں کا پیمانہ ہی اچھا ہے

حقیقت ایک شے ہے جو حقیقت میں نہیں کُھلتی
تو پھر ایسی حقیقت سے تو افسانہ ہی اچھا ہے

چمن میں گُل کے مُرجھانے پہ بُلبُل کل غزل خواں تھی
اب ایسے گُلستانوں سے تو ویرانہ ہی اچھا ہے

کہاں لذت میسّر وہ جو دیوانوں کو ہوتی ہے
مگر دیوانہ کیا جانے کہ دیوانہ ہی اچھا ہے

بتاؤں کس کو اب میں آشنائے رازِ دِل اپنا
چلو جانے دو اے تنویرؔ بیگانہ ہی اچھا ہے

غزل

ستم کی اِنتہا کیا تھی ذرا پوچھ اُس ستم گر سے
گزر آخر گئی موجِ بلا آکر مِرے سر سے

ستم گر تیر آنے سے ستم کی کیفیت یوں تھی
خوشی سے زخم کھاتا تھا جگر بھی تیرے نشتر سے

کبھی آکر میرے ہمدم مجھے ایسی گلی لے چل
کروں میں حالِ دل اپنا بیاں اس دیدۂ تر سے

ٹھہر جا اے بُتِ کافر سنبھلنے دے ذرا مجھ کو
مقامِ عاشقی ہے یاں نکلتا موم پتھر سے

نکلتا دِل سے جو کچھ ہے زباں پرؔ آ ہی جاتا ہے
رہا جاتا نہیں کوئی سخن تنویرؔ مضطر سے

غزل

جب بھی میں نے آئینہ دیکھا وہ پتھر ہو گیا
پھول برسایا کسی نے سنگ بر سر ہو گیا

سوچ کر میں بھی کہیں منزل پہ پہنچا دے گا یہ
اسپ تازی پر چڑھا تھا وہ بھی تو خر ہو گیا

جب بھی دیکھا ہے جہاں دیکھا جونہی دیکھا اِسے
آنکھ ماری مجھ کو پر غیروں کا گوہر ہو گیا

لوگ ڈرنے سانپ سے کچھ کم لگے جس روز سے
میں فدائے سایۂ زُلفِ معطر ہو گیا

اُس طبیبِ ناسمجھ سے کیا کہوں احوالِ دل
جس کا ہر مرہم مِرے زخموں پہ نشتر ہو گیا

آج کل کی تو سیاست بھی عجب تنویرؔ ہے
جس نے بس جیتا الیکشن وہ منسٹر ہو گیا

غزل

دگرگوں رنگِ میخانہ ہُوا ہے
حقیقت کا بھی افسانہ ہُوا ہے

تخیّل دے دیا تُونے سو تجھ کو
مِرا ہر شعر نذرانہ ہُوا ہے

تیری زُلفوں کا اے شہنازِ دِلبر!
مِرے ہاتھوں سے ہی شانہ ہُوا ہے

بجائے ساغرِ جَم آج مجھ کو
تِری آنکھوں کا پیمانہ ہُوا ہے

نصیحت مجھ کو رِندو! کیا کرے گا
کہ ناصح میرا پہچانا ہُوا ہے

نشاط و شالیمار و چشمِ شاہی
نہیں تُو ہے تو ویرانہ ہُوا ہے

ستم تنویرؔ تجھ پہ کیا یہ گزرا
جو اپنا تھا وہ بیگانہ ہُوا ہے

غزل

تیری گلیوں سے چھپ چھپ کر گزرنا یاد آتا ہے
خرام ِناز سے تیرا چلنا یاد آتا ہے

کبھی جب بیٹھتا ہوں میں بھی تنہائی کے گوشے میں
تیرا رونا کبھی مجھ کو رُلانا یاد آتا ہے

ترسنا پھر کبھی میری نگاہیں دید کو تیری
کبھی میرے لئے تیرا تڑپنا یاد آتا ہے

کبھی کالج کے روزن سے لپک کر دیکھنا میرا
نگاہِ ناز سے تیرا بُلانا یاد آتا ہے

کھلانا میرا گری اور خوبانی تجھ کو کرگل کی
تیرا پستہ و بادام بھی کھلانا یاد آتا ہے

بنا کر غیر کو تنویرؔ اپنا بھول تھی تیری
ہوا جب کام غیروں سے تو اپنا یاد آتا ہے

غزل

کبھی آنسو کبھی خونِ جگر پیتے ہیں ہم اکثر
بہت پی کر اِسی عالم میں سو جاتے ہیں ہم اکثر

کبھی بھولے سے بھی ظالم ہمارا نام تو لیتا
تمہاری یاد میں رو رو کے دم بھرتے ہیں ہم اکثر

رکھا ہم نے قدم اِس عالمِ امکان میں جب سے
ہمارے جرمِ عصیاں پر تو روتے ہیں ستم اکثر

جنہیں سجدہ میں کرتا ہوں خیالِ وصل میں واللہ
یقین جانو وہ پتھر کے نکلتے ہیں صنم اکثر

یہ میرا جذبۂ اُلفت ہے یا دِل کی کشش تیری
تیرے کوچے سے چلتا ہوں تو رُکتے ہیں قدم اکثر

یہ میری دِل کی گہرائی ہے جس میں راز ہے پنہاں
لگی جب چوٹ اِس کو پھر تو کھلتے ہیں بھرم اکثر

جوانی ایک منزل ہے جواں منزل حسیں منزل
گئے جب اِس سے آگے تو کمر کھاتے ہیں خم اکثر

یہ ہے سو بات کی اِک بات اِس کو مان لے تنویرؔ
ستم گر کے ستم میں بھی تو ملتے ہیں کرم اکثر

غزل

سفر میں کیا عجب رعنائیاں ہیں
میرا ہمدم میری تنہائیاں ہیں

تصوّر میں نہ آیا اِس قدر بھی
رفاقت میں تیری بربادیاں ہیں

نہ آیا کام کوئی مشکلوں میں
جو کام آیا میری دُشواریاں ہیں

نشیمن بھی بنائے پھونک ڈالے
میرا مسکن میری ویرانیاں ہیں

نہ پایا ڈُھونڈنے سے گلستان میں
تیرے کوچے میں جو شادابیاں ہیں

مجھے منزل پہ لایا ہے اُنھوں نے
مِری رہبر میری ناکامیاں ہیں

مرکب آدمی ہے خصلتوں کا
کئی ہیں خوبیاں کچھ خامیاں ہیں

عجب دُنیا کا ہے دستور تنویرؔ
یہاں ماتم وہاں شہنائیاں ہیں

غزل

تیری اُلفت کا جذبہ مختصر ہے
نہ جانے پھر بھی اِس میں کیا اثر ہے

نظر کے سامنے تُو جلوہ گر ہے
یہ دھوکا دے رہی مجھ کو نظر ہے

تجھے دیکھا ہے میں نے پاس ہی پاس
کہ لگتا تُو کبھی کا ہم سفر ہے

سہی میں نے رقیبوں کی اذیت
کہوں کیا یہ مِری تابِ جگر ہے

ابھی کہنا بہت ہے تجھ سے باقی
میرا شکوہ تجھی سے سر بسر ہے

نہ رکھ تنوؔیر اُلفت مال و زر سے
کمینہ اِس جہاں میں مال و زر ہے

غزل

تیری زُلفوں میں اب وہ خم نہیں ہے
کہ میری آنکھ بھی پُر نم نہیں ہے

ستایا تُو نے مجھ کو لاکھ پھر بھی
یہ دِل تجھ سے کبھی برہم نہیں ہے

جُھکا کر آنکھ میرے دِل میں دیکھو
وہ رنگینی کا اب عالم نہیں ہے

محبت میں کمی سی آ رہی ہے
دلِ مضطر میں اب وہ دم نہیں ہے

ذرا تُو اپنے دل کو تھام لینا
مجھے اپنا تو کوئی غم نہیں ہے

تجھے گر چاہنے والے بہت ہیں
خدا میرا سہارا کم نہیں ہے

سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہے تنویرؔ
تخیّل میں بھی زیر و بم نہیں ہے

غزل

جسے میں ڈُھونڈتا تھا چاند میں سورج میں تارے میں
چھپا تھا وہ مِرے ٹوٹے ہوئے دل کے ہی پارے میں

بلائیں غم کی ہوں مجھ پر اگر نازل تو کیا غم ہے
خوشی دیکھی ہے میں نے آتشِ غم کے شرارے میں

گہر کی گر تمنا ہو تو ہو جا غرقِ دریا تُو
کہاں کھویا ہے اے غافل سمندر کے کنارے میں

تیرے آنے سے پژمُردہ دِلوں میں زِندگی آئی
یکایک آگئی حرکت میرے ٹوٹے سہارے میں

اگر موسیٰؑ نے تجھ کو طُور پر دیکھا تو کیا دیکھا
میں تجھ کو دیکھتا ہوں اپنے اشکوں کے دھارے میں

زُلیخا نے تو یوسفؑ کے عوض دی قیمتِ ارزاں
اُسے معلوم تھا کیا نفع ہوتا ہے خسارے میں

سراسر بے سر و سامان نکلا تھا مگر پھر بھی
بہت کچھ میں نے پایا ہے ترے اِک اِک اشارے میں

نگاہِ شوخِ مہ رُخ سے تو انجم بھی ہراساں ہے
کہاں تنویرؔ یہ طاقت ہے تجھ فرقت کے مارے میں

اشعار

وہ نگاہِ ناز دِل سے طالبِ نذرانہ ہے
اب جہاں میں زیرِ لب یار کا افسانہ ہے

یار کے کوچے میں دیکھو یار کیا دیوانہ ہے
وہ شرابِ عشق میں خود سے خود بیگانہ ہے

ڈھونڈتا ہوں جس نظر کو وہ نظر نایاب ہے
تیری فرقت میں یہ دِل ماہیِ بے آب ہے

ہے نوا پیرا عنادل اور گُل بے تاب ہے
سازِ ہستی کا تو بس اِک عشق ہی مضراب ہے

کیا روا اِتنا تغافل اِتنا کیوں خوابیدہ ہے
عالمِ فرقت میں اب میرا قدم لغزیدہ ہے

دِل میرا ہے چُور چُور اور جگر پاشیدہ ہے
نامہ برتُو لا خبر مجھ سے وہ کیوں رنجیدہ ہے

خواب تو دیکھا تھا بس باقی ابھی تعبیر ہے
دِل میرا سیماب ہے کاکل بپا زنجیر ہے

پھر وصالِ یار میں اِتنی کیوں تاخیر ہے
جس کو تُو ٹھکرا رہا ہے وہ دلِ تنویرؔ ہے

تجھے دیکھا ہے میں نے

تجھے دیکھا ہے میں نے آگ میں پانی میں اشکوں کی روانی میں
کلی کی تازگی میں چاند کی چڑھتی جوانی میں

تجھے سورج کی کرنوں میں ہویدا میں نے دیکھا ہے
تجھے تاروں کی جھرمٹ میں بھی تنہا میں نے دیکھا ہے

ستاروں میں بھی دیکھی ہے رمق تِری چمک تیری
چمن کے پھول میں بھی میں نے دیکھی ہے مہک تیری

تجھے مجنوں کے دیوانہ پن میں میں نے دیکھا ہے
تجھے معصوم لیلیٰ کی پھبن میں میں نے دیکھا ہے

تجھے دیکھا ہے میں نے ہو بہو عاشق کے سینے میں
تجھے دیکھا ہے ہیرے میں تجھے دیکھا نگینے میں

تجھے دیکھا ہے کاشی میں تجھے دیکھا مدینے میں
کلیسا اور مندر میں کبھی مسجد کے زینے میں

کسی نے طُور پر دیکھا تو میں نے دل میں دیکھا ہے
جہانِ رنگ و بُو میں میں نے آب و ِگل میں دیکھا ہے

تجھے رستے میں دیکھا ہے تجھے منزل میں دیکھا ہے
سمندر میں تجھے دیکھا تجھے ساحل میں دیکھا ہے

حسینوں نازنینوں کی اداؤں میں تجھے دیکھا
یتیموں دِل شکستوں کی صداؤں میں تجھے دیکھا

غرض وہ کون سی شے ہے کہ جس میں تُو نہیں ملتا
تیرے اِک اِک اشارے سے تو ہے عرش بریں ملتا

تجھے قرآن میں دیکھا تجھے تفسیر میں دیکھا
تجھے تنویرؔ نے بھی صبح کی تنویر میں دیکھا

عشق کیا ہے؟

عشق کیا ہے؟ اِک عجب طرزِ جنونِ دید ہے
عشق عاشق کے لئے مثلِ ہلالِ عید ہے

عشق نے دی زِندگی ہر شوخیء تحریر کو
عشق نے رنگ دے دیا ہر پیکرِ تصویر کو

عشق ہے آنکھوں کی ٹھنڈک عشق ہے آنکھوں کا نور
عشق ہے دِل کی تشفی عشق ہے دِل کا سرور

عشق نے تحریک دی ہر دلِ ناشاد کو
عشق نے اندھا کیا مجھ خانماں برباد کو

عشق نے اِک آن میں سُرمہ بنایا طُور کو
عشق نے ہی دھار پر چڑھوا دیا منصورؒ کو

عشق سے ہی دفعتاً اسرارِ حق کے در کھلے
عشق سے ہی در حقیقت رازِ بحر و بر کھلے

کشمکشِ زندگی میں عشق ہے رمز حیات
عشق سر کن فکان عشق رازِ کائنات

عشق نے ہی عرش پر پہنچا دیا ہے خام کو
سرفرازی بخش دی ہر عاشقِ ناکام کو

عشق نے ہی سر کیا لاہوت کو جبروت کو
عشق نے ٹھنڈا کیا تھا آتشِ نمرود کو

عشق سے خیبر و خندق عشق سے بدر و حنین
عشق سے ہی کربلا عشق ہے صبر حسینؓ

جب لیا فرزند قرباں کرنے خلیل اللہ نے
کردیا سر خم سعادت سے ذبیح اللہ نے

جب خیال آیا وصالِ یار کا اللہ کو
عرش کا مہماں بنایا ہے رسول اللہؐ کو

اِک سمندر چاہئے ہے عشق کی تفسیر کو
اِس لیے بہتر ہے خاموشی یہاں تنویرؔ کو

پیغام

تُو کیا تھا اور ابھی کیا ہے حقیقت میں عیاں ہو جا
بہارِ گُل فشاں ہو جا وطن کا پاسباں ہو جا

ابھی تک تُو امیرِ کارواں کا منتظر کیوں ہے؟
اُٹھ اپنے کارواں کا خود امیرِ کارواں ہو جا

عداوت بغض کینہ اور حسد کو یکطرف کر کے
ترقی کی طرف تم دن بدن پیہم رواں ہو جا

تعصب فرقہ آرائی ریاکاری فنا کر کے
گلے مل مل کے باہم دو قلب اور ایک جاں ہو جا

قناعت سے ہی رہ سکتی ہے زندہ شانِ خودداری
اِسی نکتے کو لے کر تُو بہارِ بے خزاں ہو جا

پلا دے نوعِ اِنساں کو شراب اپنی محبت کی
اگر تجھ سے کوئی اُلجھے تو تُو شیرِ غراں ہو جا

تمنا ہو اگر تم کو بصد اب کامیابی کی
یہی تنویرؔ کا پیغام لے کر کامراں ہو جا

خوشبو

نسیمِ صبح جب لاتی ہے خوشبو
تو رحمت بن کے چھا جاتی ہے خوشبو

مِری آتش کو بھڑکاتی ہے خوشبو
سخن گوئی پہ اُکساتی ہے خوشبو

کوئی جب کھولتی ہے گرہِ گیسو
مِرے دِل میں بکھر جاتی ہے خوشبو

وہ جو کچھ خواب میں میں دیکھتا ہوں
حقیقت بن کے آ جاتی ہے خوشبو

سہارا بن کے وقتِ رنج میرا
دلِ مضطر میں بس جاتی ہے خوشبو

محبت کا تو ہے انجام فانی
حقیقت مجھ کو سمجھاتی ہے خوشبو

نہ فکرِ اِنتہا تُم میں

نہ معلوم اِبتدا تم کو نہ فکرِ اِنتہا تُم میں
نہیں کچھ دیکھتا ہوں میں سراپا جز اَنا تُم میں

یہ ہے خوفِ خدا دیکھو جسے کہتے ہیں سب تقویٰ
نہ کچھ یادِ خدا تُم میں نہ کچھ خوفِ خدا تُم میں

وفا اور بے وفائی تو طریقِ اہلِ دُنیا ہے
نہ کچھ طرزِ وفا تُم میں نہ ذوقِ بے وفا تُم میں

کسی دِن لے ڈبوئے گا تمہیں یہ نفسِ اَمّارہ
ذرا ہونا بھی چاہئے کچھ خیالِ اِکتفا تُم میں

تیرے چہرے سے ہم

تیرے چہرے سے ہم تیرے اِشارے جان لیتے ہیں
تیری آواز کو ہم دُور سے پہچان لیتے ہیں

جو کرتے ہیں فقط باتیں نہیں ہم مانتے اُن کو
جو کچھ کر کے دِکھائیں ہم اُسی کو مان لیتے ہیں

بلند ہو حوصلہ جن کا اِرادے جن کے پکّے ہوں
وہ کچھ کرنے سے پہلے دل میں اِس کی ٹھان لیتے ہیں

نگاہِ پاک، حق گوئی تدبر اور بے باکی
اِنہی چیزوں سے مردِ حق کو ہم پہچان لیتے ہیں

رقیبوں کا تو کیا کہنا کہ اُن کا تو یہ عالم ہے
ابھی دیکھا نہیں دِل بس نشانے تان لیتے ہیں

کبھی تنویرؔ دیکھا ہے تُو نے بھی یہ نظارہ کیا
کہ دِل والے کبھی دینے کو دِل بھی ٹھان لیتے ہیں

تاراجِ ایماں ہو گیا

جب اچانک آپ میرے دِل کا مہماں ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے دِل گلستاں ہو گیا

آپ کے آتے ہی آئی گلشنِ دِل میں بہار
آپ کے جاتے دلِ ناشاد ویراں ہو گیا

قصۂ ہستی سنایا آپ نے تو خوب تر
نشۂ ہستی میں سب کچھ طاقِ نسیاں ہو گیا

میکدے میں دیکھ کر زاہد کو بھی ساغر بدست
راز اُس کی پارسائی کا نمایاں ہو گیا

میں نے جو ساقی سے پوچھا ہے یہ کیسا ماجرا
ہنس کے اُس نے بھی کہا تاراجِ ایماں ہو گیا

ہوگئیں جو اُس کی نظروں سے میری نظریں بھی چار
وہ پشیماں ہوگیا میں بھی پشیماں ہوگیا

شرم سے پانی ہُوا جب منہ پھیر کر اُس نے کہا
میں تو تھا ناداں تنویرؔ تُو بھی ناداں ہوگیا

راز ہی رہتا اگر یہ راز تو اچھا ہی تھا
تُو بھی عریاں ہوگیا میں بھی عریاں ہوگیا

دیوانہ تو دیوانہ ہے

تیرا میخانہ بھی ساقی ایک عجب میخانہ ہے
خم و صراحی کا نام نہیں ہے پیمانہ ہی پیمانہ ہے

لاکھ چھپائے چھپ نہ سکے گا مجھ سے تیرا افسانہ ہے
چاند ستاروں اور گلوں کے لب پر تیرا افسانہ ہے

جس کی دِل کی کلی بجھی ہو وہ کیا جانے باغ و بہار
اُس کے لئے تو باغِ ارم بھی ویرانہ ہی ویرانہ ہے

دِل کی بات کہوں میں کس سے دیوانوں کا شہر ہے یہ
دیوانوں سے بات کروں کیا دیوانہ تو دیوانہ ہے

عشق کی کیا بات کروں میں یہ ایک عجیب ساقصّہ ہے
جس نے شرابِ عشق پی ہے وہ خود سے بیگانہ ہے

میرے دین و مذہب کا پوچھتے کیا مجھ سے تنویرؔ
پیار ہی میرا مذہب ہے مسلک میرا رِندانہ ہے

تمباکو نوشی

سنو بات میری ذرا غور سے
عمل اِس پہ کرنا بڑے زور سے

تمباکو نہ پینا کبھی اے عزیز
نہیں اِس سے گندی کوئی اور چیز

چلے راہ میں تو دُھواں پھونکنا
جہاں بیٹھے ہو بس وہیں تھوکنا

کوئی اُس کے نزدیک جاتا نہیں
کوئی پاس اُس کو بُلاتا نہیں

کسی کو ہے حُقہ بُت آذری
کسی کے لئے شیوۂ سامری

صحت اور پیسے کی خاکستری
یہ تہذیبِ حاضر کی جادوگری

جہاں پر تمباکو اور حُقے کا دور
وہیں پر ہے کھانسی اور دمے کا زور

یہ کینسر کو بھی دے رہا ہے جنم
جو پیتا ہے اِنسان کا خوں دم بدم

بناتا ہے اِنسان کو یہ دل سیاہ
نہیں گر ہے باور تو نَے ہے گواہ

گُنہ بھی نہیں تو نہیں ہے ثواب
ہے نظروں میں میری یہ خانہ خراب

تمباکو نہ پینا کبھی بھول کر
کرو اور نشے کی شے سے حضر

نصیحت تُو تنوؔیر کی مان لے
بُرے اور بھلے کو تُو پہچان لے

سوال

کون ہے جس نے میری اِس آگ کو بھڑکا دیا
بیٹھے بیٹھے یاد نے کِس کی مجھے تڑپا دیا

کِس نے چھیڑا آج اِس دِل کی خلش کی ساز کو
کِس نے پھر تارِ وفا مضراب سے ٹکرا دیا

آج کیوں بے تاب ہے میرا دِل پُر اِضطراب
کِس نگاہِ ناز نے اِس کو پھر ترسا دیا

آج کیوں اُلجھن میں ہے میری خرد میرا جنون
کِس نے پھر اُلجھی ہوئی زُلفوں کو ہے سلجھا دیا

کِس کے پاؤں کے نشان ہیں جو چلا اِس راہ سے
کِس کی زُلفوں کی مہک نے راہ کو مہکا دیا

آج کیوں عریاں و بے خانماں تنویرؔ ہے
کِس نگارِ بے وفا نے اِس کو ہے بہکا دیا

کشمیر

اے میرے پیارے وطن میرے کشمیر
گُلابوں کے چمن
یاد ہے مجھ کو تیری
رنگینیاں، رعنائیاں
جس سے روشن تھا
معطر تھا
کوہ و دَمن

تُو مجھے اپنی باہوں میں سُلاتا تھا کبھی
کبھی چھاتی سے لگا کر بہلاتا تھا
میرا من

سوال

کون ہے جس نے میری اِس آگ کو بھڑکا دیا
بیٹھے بیٹھے یاد نے کِس کی مجھے تڑپا دیا

کِس نے چھیڑا آج اِس دِل کی خلش کی ساز کو
کِس نے پھر تارِ وفا مضراب سے ٹکرا دیا

آج کیوں بے تاب ہے میرا دِل پُر اِضطراب
کِس نگاہِ ناز نے اِس کو پھر ترسا دیا

آج کیوں اُلجھن میں ہے میری خرد میرا جنون
کِس نے پھر اُلجھی ہوئی زُلفوں کو ہے سلجھا دیا

کِس کے پاؤں کے نشان ہیں جو چلا اِس راہ سے
کِس کی زُلفوں کی مہک نے راہ کو مہکا دیا

آج کیوں عریاں و بے خانماں تنویرؔ ہے
کِس نگارِ بے وفا نے اِس کو ہے بہکا دیا

کشمیر

اے میرے پیارے وطن میرے کشمیر
گُلابوں کے چمن
یاد ہے مجھ کو تیری
رنگینیاں، رعنائیاں
جس سے روشن تھا
معطر تھا
کوہ ودَمن

تُو مجھے اپنی باہوں میں سُلاتا تھا کبھی
کبھی چھاتی سے لگا کر بہلاتا تھا
میرا امن

یاد ہے مجھ کو تیرے
ہونٹوں کی مسکراہٹ
جس میں پنہاں تھی
ایک میٹھی سی چبھن
ایک سچی لگن

لگ گئی تجھے
اغیار کی نظر
اور گری بجلی تیرے کاشانے پر
جل گیا
خرمنِ امن

پر
مجھے پختہ یقین ہے
کہ
پھر آئیں گی بہاریں
تیرے گلشن میں
اور
مہکے گا تیرا
صحنِ چمن

اُگ آئیں گے
سرو وشمشاد
اور
کِھلیں گے
نسرین ونسترن

یاد ہے مجھ کو تیرے
ہونٹوں کی مسکراہٹ
جس میں پنہاں تھی
ایک میٹھی سی چبھن
ایک سچی لگن

لگ گئی تجھے
اغیار کی نظر
اور گری بجلی تیرے کاشانے پر
جل گیا
خرمنِ امن

پر
مجھے پختہ یقین ہے
کہ
پھر آئیں گی بہاریں
تیرے گلشن میں
اور
مہکے گا تیرا
صحنِ چمن

اُگ آئیں گے
سرو و شمشاد
اور
کِھلیں گے
نسرین و نسترن

مہجورؔ

گُلشنِ کشمیر کا تھا عندلیبِ خوش نوا
کِس قدر دِل کو لُبھاتی تھی تیری میٹھی صدا

تیرے نغموں نے جگایا خواب سے کشمیر کو
اور لگائے چار چاند اِس خُلد کی تصویر کو

کیا زباں میں شیفتگی تھی کیا قلم میں زور تھا
میں سمجھتا ہوں کہ تُو کشمیر کا ٹیگور تھا

ناز تھا تجھ پر وطن کو تُو بھی تھا حُبّ الوطن
تیری رگ رگ میں وطن کی تھی محبت موجزن

اپنے پہلو میں تُو رکھتا تھا دلِ پُر اِضطراب
جس کی دھڑکن سے بپا ہوتا تھا شورِ اِنقلاب

تیرے نغموں سے ملی مُردہ دِلوں کو زِندگی
مل گئی اور زِندگی کو ایک نئی ہی تازگی

تُو نے بتلایا ہمیں باطل ہے کیا اور کیا ہے حق
دوستی کا دے دیا کشمیر کو تُو نے سبق

دُنیائے درد

یہ جوش و جنوں کیا ہے!
یہ شوقِ فسوں کیا ہے!
یہ حالِ زبوں کیا ہے!
یہ سوزِ دروں کیا ہے!
یہ کشتہ و خون کیا ہے!
یہ ہاں اور ہُوں کیا ہے!

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کوئی نہیں سمجھاتا

یہ شانِ خداوندی
یہ ضبط یہ پابندی
لالے کی حِنا بندی
نرگس کی زبان بندی
بے ہوش و ہوش مندی

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کوئی نہیں سمجھاتا

پھولوں کی دِلآویزی
بُلبُل کی نوا ریزی
رِندوں کی شر انگیزی
زاہد کی یہ پرہیزی
عابد کی سحر خیزی
واعظ کی سخن تیزی
یہ مُفت کی خون ریزی
تبریزی و چنگیزی

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کوئی نہیں سمجھاتا

تاروں کی چمک دیکھو
بُلبُل کی چہک دیکھو
پھولوں کی مہک دیکھو
غنچوں کی چٹک دیکھو
فصلوں کی لہک دیکھو
شاہین کی پھڑک دیکھو

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کوئی نہیں سمجھاتا

زاہد کی یہ مے نوشی
رِندوں کی گرم جوشی
ساقی کی چشم پوشی
میخانہ میں خاموشی
رِندوں کی مدہوشی
تنویرؔ کی بے ہوشی

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کوئی نہیں سمجھاتا

دیکھتے جاؤ

کمالِ گردشِ چرخ روانی دیکھتے جاؤ
رواں کیا ہے ہماری زِندگانی دیکھتے جاؤ

ٹھہر جا تُو ذرا فصلِ بہاری اِتنی کیا جلدی
کسی کی دِل کی بھی سوز نہانی دیکھتے جاؤ

نہ کر تُو ناز اپنے حُسن و جوانی پر گُل و لالہ
نہیں ہے رہنے والی شے جوانی دیکھتے جاؤ

کہاں سقراطؔ افلاطونؔ ارسطوؔ اور وہ روسوؔ
کہیں ملتی بھی ہے اُن کی نشانی دیکھتے جاؤ

بھری محفل میں اب تنویرؔ آنے ہیں لگے اغیار
گزرتا کس قدر سر سے پانی دیکھتے جاؤ

ممتا

سُنا ہے کہیں ایک خاتون تھی
بڑی خوش خلق نیک خاتون تھی

خُدا نے کیا تھا سب کچھ عطا
شرافت و دولت و عزت و جاہ

عبادت سخاوت میں یکتا تھی وہ
خلوص و محبت میں یکتا تھی وہ

اُسے حق نے بخشا تھا نورِ چشم
بہت ہی دلیر اور بڑا پُر حشم

بڑا ہونہار اور بہت ہی ذہین
بہت خوبصورت بہت ہی حسین

ہُوا بندوبست اُس کی تعلیم کا
پڑھائی میں بچے نے ایم۔اے کیا

جو آیا شباب اور بلوغت کا سِن
مقرر ہُوا اُس کی شادی کا دِن

ہُوئی اُس کی شادی بڑی دُھوم سے
بہو بھی گھر آئی بڑی دُھوم سے

بہو بھی جو دیکھا بڑی نیک تھی
ہزاروں میں اُس کی مثال ایک تھی

وہ سب مل کے خوش خوش رہنے لگے
مسرت کے دِن سب وہ سہنے لگے

جو بچے کو ایک دِن دیر ہو گئی
تو بچے کی ماں کو فکر ہو گئی

ذرا دیر میں وہ جو گھر آ گیا
تو کچھ تلخ لہجے میں ماں نے کہا

کہاں تھا میرے لال ابھی تک بتا
تیری فکر میں میں رہی مبتلا

تجھے اپنی عزت کا کچھ پاس ہے
شرافت کا کچھ تجھ میں احساس ہے

ہمیشہ رہا ہے یہ عزت کا گھر
شریفوں کا گھر اور شرافت کا گھر

ذرا خود میں لاؤ شعور و ننگ
زمانے کا دیکھا نہیں تُو نے رنگ

ذرا وقت پر گھر تو آیا کرو
ذرا ڈھنگ سے دِن نبھایا کرو

سُنی بات ماں کی تو یہ ماں کا لال
چلا آدھی رات گھر سے وہ پُر ملال

بہت دُور پہنچا وہ ایک دیس میں
بِتانے لگا دِن وہ پردیس میں

کہاں گھر کی اب وہ عیاشی کہاں
میسّر وہ اب خورد و نوشی کہاں

وہ ایک سال پھرتا پھراتا رہا
وہ در در کی ٹھوکر بھی کھاتا رہا

جو دیکھا بچے نے ایک دن یہ خواب
بڑھا جس سے بچے کا پھر اِضطراب

یہ دیکھا کہ ماں اُس کی روتی ہوئی
وہ اشکوں سے رُخسار دھوتی ہوئی

کہا ماں نے بچے سے اے میرے لال
ہُوا تُم کو کیا میرا اِتنا ملال

تیری یاد میں میں ہُوں پُر اضطراب
سکت ہے نہ باقی نہ ہے آب وتاب

وہ جب ہوگیا نیند سے ہوشیار
تو بدلا ہوا تھا اُس کا شعار

اُسے ماں کی یاد اب ستانے لگی
اور اب اُس کو گھر کی یاد آنے لگی

جونہی ہوگیا اُس کو اب گھر کی چاہ
تو لی اُس نے فوراً اب گھر کی راہ

پہنچے وہ گھر جب سسکتے ہوئے
گرا ماں کے قدموں پہ کہتے ہوئے

تیرا ناخلف آج آیا ہے گھر
میری پیاری امی مجھے معاف کر

رُباعیات

جوانی کی مستی میں میں چُور تھا
میں اِنسانیت سے بہت دُور تھا

یہ کچی عقل اور یہ کچی عمر
زمانے کی تلخی سے تھا بے خبر

کہا ماں نے بچے سے نورِ نظر
ذرا پاس آؤ اے لختِ جگر

تجھے گود میں لے کے میں جھوم لوں
جبینِ محبت ذرا چُوم لوں

مجھے چھوڑ کر تُو گیا تھا کدھر
مجھے چھوڑ کر ہاں مجھے چھوڑ کر

مجھے چھوڑ جانے کا کچھ غم نہیں
میرا دِل کبھی تجھ سے برہم نہیں

مجھے ڈر تھا تُو کھو نہ جائے کہیں
شکارِ الم ہو نہ جائے کہیں

کہیں بھوک تُم کو ستائے نہیں
ستم پیاس تُم پہ نہ ڈھائے کہیں

میرے پاس جو آ گیا، میری جان
ملی مجھ کو اب دولتِ جاودان

رُباعیات

جہاں میں تُو عجب دِلدار مولا
کہ بے یاروں کا تُو ہے یار مولا
بہت سرکار ہم نے دیکھے لیکن
تیری سرکار سخی سرکار مولا

....

تیرا جلوہ جہاں میں چار سُو ہے
ہر ایک سُو بس تیری ہی گفتگو ہے
گُلستان میں بھی جا کے ہم نے دیکھا
گُلوں میں بھی تیری رنگ و بُو ہے

....

تیرا جلوہ زمین سے آسمان تک
تیری قدرت مکان سے لا مکان تک
سمندر ہے کہ کوئی تہہ نہیں ہے
ولایت تیری عقبیٰ سے جہاں تک

....

محمدؐ کا ہر ایک سُو شور برپا
اُسیؐ کے نام کا بجتا ہے ڈنکا
وجودِ حق اُسیؐ سے ہے ظاہر
محمدؐ حق حقیقت کا شناسا

....

محمدؐ رحمت اللعالمین ہے
شہ دینؐ ہے خاتمُ المرسلینؐ ہے
شفاعت ڈُھونڈنا ہو ڈُھونڈ اُسؐ سے
وہیؐ بے شک شفیع المذنبینؐ ہے

....

خُدایا ہم پہ یہ اِنعام کر دے
محمدؐ کا جہاں میں نام کر دے
تمنا ہے میری اِتنی سی یا رب
کہ دیدارِ محمدؐ عام کر دے

....

میں شاکر اپنے خالق کا ہُوں جس نے
دیا مجھ کو عِلم، دُشمن کو املاک
یہی ہے عِلم ایک شے رہنے والی
قریب ہے خاک میں ملنے کو املاک

....

میں جب برقعہ اُٹھاتی ہوں تو گُل فریاد کرتے ہیں
گری جب زُلف شانوں پر تو سنبل داد دیتے ہیں
یہی حُسن و ادا لے کر میں گُلشن سے گزرتی ہوں
تو ہر سُو بُلبُلیں مجھ کو مبارک باد دیتے ہیں

....